قسط ۱

مدارس اسلامیہ کی تاریخ اور اس کی تدریجی ترقی و توسیع

از قلم
(مولانا) عبدالرؤف صاحب رحمانی
ناظم جامعہ سراج العلوم السلفیہ جھنڈا نگر

فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب رحمانی جھنڈا نگری کی ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ برِ صغیر پاک و ہند میں معارفِ اسلامیہ علوم دینیہ اور تاریخیہ پر موصوف نے جو کام کیا ہے، پاک و ہند میں اس کی بہت کم مثالیں ملتی ہیں اور پھر اس کثرت کے ساتھ کہ ان کا احاطہ کرنا آسان نہیں ہے۔ اللھم زد فزد۔

مندرجہ ذیل مقالہ مرکزی دارالعلوم بنارس کی عظیم الشان کانفرنس کے لیے لکھا گیا تھا۔ جو میری درخواست پر موصوف نے مجھے ارسال فرمایا ہے جس کے لیے ادارہ آپ کا شکر گزار ہے۔ اس میں بعض امور آپ کو ایسے بھی ملیں گے جن کا تعلق علامہ موصوف کے مقامی حالات سے ہے۔ (عزیز زبیدی)

الحمد اللہ للذی بنعمتہ تتم الصالحات ثم الصلوٰۃ علی النبی وآلہ واصحابہ افضل تحیات۔

یہ مقالہ مرکزی دارالعلوم بنارس کی عظیم الشان کانفرنس کے موقعہ پر لکھا گیا ہے اس کے علوم دین کی سرپرستی اور اس کے تاسیسی و تعمیر اور اسلاف اہل علم کے تعلیمی کارناموں و بے مثال قربانی کے پیشِ نظر یہ غور کرنا ہے کہ مدارس دینیہ کے قیام و استحکام کے سلسلہ میں کتاب وسنت و تاریخ امت نے ہمیں کیا روشنی عطا کی ہے۔ اور کب سے تعلیم دین کا مساجد یا مدارس میں آغاز کیا۔ اس کی ترجمانی مولانا حالی نے کیا خوب فرمائی ہے ؎ علم بھی جاتا تھا جاتے تھے ہم جہاں ساتھ ساتھ

علم نے باندھا تھا ہم سے پیمانِ وصالی

آئیے! سب سے پہلے خدائے پاک کے ارشاد پر نظر ڈالیئے دنیا میں سب سے پہلے جو وحی آئی جو علم کی ترغیب اور علم حاصل کرنے سے ہی متعلق ہے، ارشاد ہے

اقراء باسمِ ربك الذی خلق - خلق الانسان من علق - اقراء وربك الاکرم الذی علم بالقلم

علم الانسان مالم یعلم۔

یعنی پڑھو اس رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ ملاحظہ کیجئے اس میں سب سے پہلے پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے اور ساتھ ہی باسمِ ربک فرما کر نصاب تعلیم بھی متعین فرما دیا گیا ہے۔ یعنی سب سے پہلے ربانی تعلیم حاصل کرو۔ یعنی بقول اکبر الٰہ آبادی :۔

مذہبی درس الف — ب ہو علیگڑھ ت ہو۔

پھر تمام امتِ مسلمہ کے لیے رہتی دنیا تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کتاب وسنت کا معلم ٹھہرا کر بجا ارشاد ہوا۔ ھوالذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمة وان کانوا من قبل لفی ضلالٍ مبین۔

یعنی اللہ وہ ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اللہ کی آیتوں کی تلاوت کرتا ہے اور ان کو پاک وصاف بناتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت کی بات سکھلاتا ہے اگرچہ یہ لوگ پہلے سے کھلی سی گمراہی میں تھے۔

تعلیم دین کی اہمیت :۔ امام احمد بن حنبلؒ ایک حدیث شریف نقل کرتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ویل للعالم من الجاھل حیث لا یعلمہٗ، یعنی وہ عالم مستحق ویل ہے۔ جو جاہل کی تعلیم سے غفلت واعراض کرتا ہے (رسالۃ الصلوٰۃ لما یلزم بھا صفحہ ۹۲)

۲۔ محدث ابن السکنؒ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک روایت نقل کی ہے جس میں یہ سخت وعید ہے کہ اگر ہمارے علماء نے جاہلوں کو نہ سکھلایا اور جاہلوں نے علم دین علماء سے نہ سیکھا تو خدا ان کو بدل کر دوسری قوم کو لائے گا اور بروز قیامت ان کو عبرتناک سزائیں مبتلا کرے گا۔ (منتخب کنز العمال)

۳۔ طاش کبری زادہ کی روایت ہے کہ علماء ومجاہدین انبیاء سے قریب ترین درجہ رکھتے ہیں ایک نے قلم سے اسلام کی خدمت وتبلیغ کی دوسرے طبقہ نے رسول کا پیغام نوک شمشیر سے سنایا۔

(مفتاح السعادة للطاش کبری زادہ ص ۱۰ ج ۱)

اصحاب صفہ کے لکھنے پڑھنے کا انتظام :۔ تعلیم دین کی اوّلین اہمیت کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی کی تعمیر کے ساتھ ساتھ ایک سائبان اور چبوترہ بنوایا اور اس میں رہنے والے طالبعلم اصحاب صفہ کہلائے۔ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہتے اور باقاعدہ علم دین حاصل کرتے ہمیشہ یہاں معتد بہ تعداد کا قیام رہتا تھا۔ اسلام کی جوں جوں اشاعت ہوتی گئی اصحاب صفہ کی تعداد بڑھتی گئی۔ علامہ ابن الجوزی لکھتے ہیں۔ شروع شروع میں اصحاب صفہ کے کھانے کا انتظام یہ تھا کہ کوئی

صحابی اپنے ساتھ چار طالب علم لے جاتے لیکن سعد بن عبادہؓ روزانہ اسّی طالب علموں کو اپنے یہاں کھلاتے تھے۔ (صفۃ الصفوۃ لابن الجوزی ص۲۰۳ ج ۱)

علامہ صاوی اور عوارف کے حوالہ کی روشنی میں سے یہ تعداد کبھی کبھی پانچ سَو طالب علموں تک پہنچ گئی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح اصحاب صفہ کی تعلیم دین کے لیے اہتمام فرمایا۔ اسی طرح بعض خوشنولیس صحابہ کو مقرر کیا کہ وہ اصحاب صفہ کو لکھنا بھی سکھلا دیں۔ عبداللہ بن سعید صحابی اسی کام پر مامور تھے۔ امرہٗ ان یعلم الکتابۃ وکان کاتباً محسناً (استیعاب ج ۱ ص ۳۸۱)

۲۔ بدر کے پڑھے لکھے قیدی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے صرف اس شرط پر آزاد کر دیئے گئے کہ ہر قیدی دس مسلمان بچوں کو لکھنا سکھائے۔ (کتاب الاموال لابی عبید قاسم بن سلام ص ۱۱۱)

توسیع علم دین :۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب صفہ کے علاوہ، مدینہ منورہ کی دیگر مساجد میں بھی مسلمان بچوں کی تعلیم کا انتظام فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں مدینہ کے اندر ۹ مسجدیں موجود تھیں آپ نے مسلمان بچوں کو حکم دیا تھا کہ اپنی پڑوس کی مسجدوں میں جا کر تعلیم دین حاصل کریں (جامع بیان العلم وفضلہ)

۲۔ حضرت عمرو بن حزم صحابیؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کے علاقہ پر حاکم بنا کر بھیجا تو ان کو تعلیم اور تبلیغ دین کی اشاعت کا بھی حکم دیا۔ (بخاری، کتاب الفرائض ص ۲۷)

۳۔ عضل وقارہ نامی دو قبیلے مشرف بہ اسلام ہوئے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیگر قبائل میں تبلیغ و اشاعت اور تعلیم قرآن کے لیے چھ مدرسین کا تقرر فرمایا۔

علامہ ابن البر نے ان سب کا نام لکھا ہے اور ان کے فرض منصبی کا تذکرہ فرمایا (استیعاب)

ناظرین تعلیمات (انسپکٹر آف سکول) کی حیثیت سے تمام مدارس و مساجد تعلیم کی نگرانی و انتظام پر مامور و مقرر تھے۔ (تاریخ ابن جریر طبری طبع یورپ نوری سلسلہ ص ۸۵۶)

قرآن کی تعلیم و تفسیر سے صحابہ کرامؓ کا تعلق :۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ۔ کا اثر یہ ہوا کہ صحابہ کرامؓ نے قرآن کے علم کو حاصل کیا دوسروں کو بھی سکھایا پڑھایا اور قرآن کی تفسیر اور اس کی توضیح میں تفسیریں لکھیں علامہ جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں کہ قرآن کریم کے مفسرین میں خلفاء راشدین کے علاوہ متعدد دوسرے صحابہ نے بھی حصہ لیا جن میں سب سے نامی گرامی حضرت عبداللہ بن عباسؓ ہیں۔ (الاتقان فی علوم القرآن ص ۴۵۸)

حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ قول ان کی تفسیر میں کمال اور علوم قرآن کے تبحر پر دلالت کرتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ مجھ سے قرآن کے سلسلہ میں جو چاہو سوال کرو میں ہر آیت کا شان نزول بتاؤں گا

اور یہ بھی بتاؤں گا کہ دن میں یہ آیت اتری ہے یا رات کو۔ پہاڑ پر اتری ہے یا زمین پر غرض شانِ نزول کے ساتھ ساتھ محل نزول کے جملہ کوائف سے میں اچھی طرح واقف ہوں (التفاق فی علوم القرآن ص۵۵۱)

بایں ہمہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ تفسیرِ قرآن میں ایک خاص بصیرت و اجتہادی شان سے ممتاز ہیں۔ قرآن کی توضیح و تفسیر میں آپ سے اس قدر روایات ہیں کہ ان کی کثرت کے سبب انکا شمار مشکل ہے۔ امام بخاریؒ نے کتاب التفسیر میں اکثر عبداللہ بن عباسؓ کی تفسیر کو نقل فرمایا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ترجمان القرآن کا لقب عطاء فرمایا تھا۔

یہ تعلیم و تعلّم، توضیح و تفسیر قرآن کا سلسلہ صحابہ کرامؓ کے شاگردوں و تابعین تک چلتا رہا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے شاگردِ رشید امام مجاہدؒ نے قرآنِ پاک کو حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مع التفسیر ایک دو بار نہیں۔ بلکہ تیس مرتبہ از اول تا آخر پڑھا اور آیت کو ٹھہر ٹھہر کر شانِ نزول و دیگر کوائف کو ان سے معلوم کیا۔ آپ کے دیگر تلامذہ حضرت سعید بن جبیر، حضرت عکرمہ و امام طاؤس یمنی و عطاء بن رباح وغیرہ ہیں۔
(التفاق فی علوم القرآن ص۵۵۵ و ابجد العلوم ص۴۰۷)

ان تابعینِ کرام کے بعد تبع تابعین نے بھی اپنے زمانہ میں قرآن کی تعلیم و تدریس کے ساتھ اس کی توضیح و تفسیر میں نمایاں حصّہ لیا۔ تفسیر سفیان بن عیینہ، تفسیر وکیع بن جراح، تفسیر اسحاق بن راہویہ میں صحابہ کرام و تابعین کی تشریحات و توضیحات کو جمع کیا گیا ہے امام بخاری نے بھی کتاب التفسیر کے نام سے ایک تفسیر لکھی جو بخاری کتاب التفسیر کے علاوہ جداگانہ ایک مستقل تصنیف ہے۔ (مقدمہ فتح الباری)

حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے بھی قرآنِ کریم کی ایک بڑی تفسیر لکھی حضرت امام نے آیات قرآنِ کریم کی تفسیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا ذخیرہ جمع کر دیا ہے۔ چنانچہ ایک لاکھ بیس ہزار احادیث مرفوعہ و موقوفہ کو اس عظیم الشان تفسیر میں آپ نے جمع کر دیا ہے (مقدمہ مسند احمد ص۶)

پھر ان کے بعد ہر زمانہ میں تفسیروں کا سلسلہ چلتا رہا۔ مفسر ابنِ جریر طبری ۳۱۰ھ سے امام فخرالدین رازی (م ۶۰۲ھ) تک سینکڑوں اعلیٰ درجہ کے مفسرین نے جن کے نام بنام تذکرے موجود ہیں قرآن کریم کی تعلیم و تعلّم، تشریح و توضیح، تبلیغ و حفاظت کی خدمت انجام دی ہے۔

(التفاق فی علوم القرآن ص۵۵۶ و ابجد العلوم ص۴۰۸)

الحمدللہ امام رازی کے بعد سے آج تک علامہ جلال الدین سیوطی و شیخ الاسلام علامہ ابنِ تیمیہ۔ علامہ شوکانی، علامہ محمد آلوسی (صاحب تفسیر روح المعانی) جیسے صدہا اہلِ علم پیدا ہوئے ہیں۔

ہمارے زمانہ میں شیخ الاسلام مولانا امرتسریؒ، مولانا ابوالکلام آزادؔ، مولانا اشرف علی تھانویؒ

حضرت مولانا عبدالماجد دریا آبادیؒ، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ دامت برکاتہم نے قرآن کی توضیح وتفہیم کے لیے اپنی اپنی بہترین کوششوں کو پیش کیا ہے۔

حدیث کی تعلیم وترویج میں صحابہ وتابعین کی خدمات: آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا تھا۔ کہ اگر کتاب اللہ اور میری سنتوں پر عمل پیرا رہے تو تم گمراہ نہ ہوگے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیثوں کے یاد رکھنے اور ان کی نشرواشاعت کرنے پر سرسبز وشاداب رہنے کی دعا بھی دی ہے۔ اور اکتبوا لابی شاہ فرماکر حدیثوں کے لکھنے کا بھی حکم دیا ہے (بخاریؒ کتاب العلم)

خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف قبائل وعلاقوں میں احادیث لکھوا کر بھجوائیں۔ فرائض وسنن پر ایک مجموعہ حدیث لکھوا کر آپ نے اہل یمن کے پاس بھیجا۔ اس میں نماز، روزہ، زکوٰۃ، طلاق، عتاق دیات وغیرہ کا بیان تھا۔ اور گناہ کبائر کا تذکرہ تھا۔ علامہ ابن القیم نے اسے کتاب عظیم کے لقب سے یاد کیا ہے۔ (زادالمعاد ج صـ۳)

حفظ وضبط احادیث: صحابۂ کرام باقاعدہ حدیثوں کو یاد فرمایا کرتے تھے۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے تھے کنا نحفظ الحدیث ہم لوگ حدیثوں کو حفظ کرلیا کرتے تھے۔ (صحیح مسلم ج-۱ صـ۱۰)

۲۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ کو ایک حدیث میں کچھ شبہہ تھا تو انھوں نے اپنے ساتھی سے اس کی صحت معلوم کرنے کے لیے مدینہ سے مصر کا سفر کیا اور پھر حدیث کو سنتے ہی مصر سے واپس لوٹ آئے۔ اور کہا بجز اس حدیث کے حفظ وضبط کے اور کوئی دوسرا مقصد نہ تھا۔ (جامع بیان العلم وفضلہ صـ۹۴)

۳۔ صحابہ کرام احادیث کو حفظ بھی کرتے تھے اور اس کو قلمبند بھی کرلیتے تھے۔ (استیعاب ج-۱ صـ۳۷)

۴۔ صحابہ کرام اپنی شاگردوں صاحبزادوں سے فرماتے کہ جس طرح ہم نے حدیثوں کو خوب یاد کر رکھا ہے تم لوگ بھی اچھی طرح یاد کرو (مجمع الزوائد ج-۱ ص ۶۰)

۵۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنے مشہور شاگرد امام نافعؒ کو جو حدیثیں لکھوائیں وہ ان کو اپنے سامنے بٹھا کر لکھوائیں تاکہ کمی وبیشی کا ادنیٰ احتمال بھی باقی نہ رہے۔ (سنن دارمی صـ۶۹)

۶۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ کے تلامذہ احادیث کے ضبط وحفظ کے لیے باہم تکرار اور دورہ کرتے تھے۔ (ترمذی شریف کتاب العلل صـ۴۴۶)

الغرض تمام صحابہ کرامؓ اپنے تلامذہ ورفقاء کو ضبط حدیث وتکرار اور دورہ کے لیے تاکید فرمایا کرتے تھے۔ (سنن دارمی جامع بیان العلم وفضلہ وغیرہ میں تفصیلات ہیں)

۷۔ احادیث کی ترویج و اشاعت کا سلسلہ تابعین کرام کے دور میں بھی قائم رہا۔ مشہور تابعی حسن بصریؒ اپنے شاگردوں کو حفظ حدیث و ضبط حدیث کی تاکید فرمایا کرتے تھے (جامع بیان العلم و فضلہ ص ۱۴)

۸۔ امام علقمہؒ، امام نخعیؒ، امام زہریؒ، حضرت سفیان ثوریؒ وغیرہ اجلہ تابعین نے احادیث کے حفظ و ضبط اور نشر و اشاعت کے لیے بے حد اہتمام فرمایا (مقدمہ ابن الصلاح ص ۱۲۹۔ فتح المغیث ص ۳۰۶)

احادیث کی حفاظت و اشاعت کا جو سلسلہ خلافت راشدہ اور صحابہ کرام کے دور میں قائم رہا وہ سلسلہ تابعین کرام سے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے عہد مبارک تک جاری رہا۔

۹۔ آپ کے عہد میں حضرت سعید بن مسیبؒ بھی اپنی علمی ضیا پاشیوں کے ساتھ موجود تھے۔ آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے علوم آثار و قضایا کے سب سے بڑے عالم تھے۔ خاص طور سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایات کے بھی جامع و حافظ تھے۔ خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے آپ کے تمام علوم و سنن نبویہ کو منضبط کرلیا اور امام زہری کے ذریعہ تمام حدیثوں کو یکجا مدون کرایا۔ (طبقات ابن سعد ص ۹)

۱۰۔ امام زہریؒ المتوفی ۱۲۴ھ سے لے کر عہد امام مالکؒ ۱۷۹ھ تک ترویج سنن و تعلیم، تدریس و تصنیف احادیث کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ امام مالکؒ کے بعد سے امام احمد بن حنبلؒ م ۲۴۰ھ تک احادیث سنن کی حفظ و اشاعت کا ایک عمومی ذوق و شوق پیدا ہو گیا تھا۔ ممالک اسلامیہ کے ہر مشہور و مرکزی مقام پر ائمہ حدیث و اساطین علم و فضل نے مجلس درس قائم کر رکھی تھی۔

پھر امام احمد بن حنبلؒ سے محمد بن اسماعیل بخاریؒ م ۲۵۶ تک احادیث کی نشر و اشاعت اور درس و تدریس اور تبلیغ و تصنیف کا سلسلہ زریں برابر قائم تھا۔ پھر امام بخاری کے بعد امام مسلم، امام ابوداؤد، امام ترمذی، امام نسائی۔ ابن ماجہ پھر امام دارقطنی، پھر امام حاکم (صاحب مستدرک) کے مصنفین نے اپنی اپنی مصنفات کو پیش کیا۔

الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے پیش نظر صحابۂ کرام و تابعین عظام محدثین کرام و آئمہ دین نے کتاب اللہ کے ساتھ جس درجہ اعتناء کیا اسی طرح آپ کی سنتوں کے ساتھ بھی اعتصام و تمسک کیا اور احادیث کی حفاظت و اشاعت، درس و تدریس تحریر و تصنیف میں سب نے اپنی پوری زندگیاں نثار کر دیں۔ خداوند کریم نے ان کے مساعی جمیلہ کو قبول عام بخشا۔ اور تمام عالم اسلام میں احادیث کی تعلیم و تعلم کا سلسلہ جاری رکھا اور بحمد اللہ آج تک ہر جگہ قائم ہے۔

اسلامی مدارس و دارالعلوم:۔ قرآن کریم و حدیث شریف کے سلسلہ میں مؤلفات مجموعات کے

مرتب کرنے کا کام بھی ہر عہد میں ہوتا رہا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا اسلامی بلاد و ممالک میں تعلیم و تعلّم کا باضابطہ مدارس و مکاتب اور بڑے بڑے دار العلوم کی بناء و قیام کا اس وقت کوئی تصور تھا۔ یا مساجد کے صحن اور علماء کے معمولی مکانات ہی اس وقت کے مدرسے اور دار العلوم تھے۔ علامہ شبلی نعمانیؒ اس موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"تعجب ہے کہ تاریخ کے صفحات میں چوتھی صدی ہجری کے آخر تک کسی کالج یا اسکول کا نشان تک نہیں تھا۔ البتہ وجیپرن انسائیکلوپیڈیا میں لکھا ہے۔ کہ ہارون رشید کے زمانہ میں عمدہ عمدہ مدرسے بغداد کوفہ، بصرہ، بخارا میں قائم ہو گئے تھے۔ اس سے بھی زیادہ واضح شہادت انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا کی ہے کہ مامون نے اپنے ولی عہدی کے زمانہ میں خراسان کے اندر ایک کالج بنوایا۔ جس میں مختلف ممالک کے لائق فائق اساتذہ بلا کر مقرر کیے۔

مدرسوں کی ابتداء:۔ مورخ ابن خلکان کی شہادت ہے کہ اسلامی دنیا میں سب سے پہلے جس نے مدرسوں کی علیحدہ بنیاد ڈالی وہ دولت سلجوقیہ کا وزیر اعظم نظام الملک طوسی تھا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ نظام الملک کے مدرسوں سے کچھ پہلے ۴۵۷ھ کے بعد ہی سے کچھ مدارس سعر وغیرہ میں تیار ہو چکے تھے۔

اوقاف:۔ ۱۔ ۳۹۵ھ میں حاکم مصر نے مصر میں ایک بڑا مدرسہ بنوایا اور اس میں بہت سی کتابیں وقف کیں اور فقہاء و محدثین درس و تدریس کے لیے مقرر ہوئے۔ (حسن المحاضرہ للسیوطی)

۲۔ سلطان محمود غزنویؒ نے ۴۱۰ھ میں غزنی میں ایک عالی شان مدرسہ بنوایا اور مصارف کے لیے دیہات و مواضع وقف کیے۔

۳۔ اسی طرح نیشاپور میں بڑے بڑے اسکول و کالج قائم ہو چکے تھے۔ اسی طرح مدرسہ بیہقی نیشاپور میں ۴۵۷ھ کے بعد ہی کھلا۔ (کتاب الخطط والاشارہ ج ۲۔ ص ۳۶۳)

۴۔ استاذ ابوبکر فورک کے لیے نیشاپور میں ایک اور مدرسہ ان کی آمد پر قومی چندہ سے علیحدہ تعمیر ہوا۔ ان کا سال وفات ۴۰۶ھ م ہے۔

۵۔ ایک اور مشہور مدرسہ نیشاپور ہی میں علامہ ابواسحاق اسفرائنی کے لیے تعمیر ہوا۔ آپ کا سال وفات ۴۱۸ھ ہے۔

۶۔ نیشاپور میں سب سے آخر میں وہ مدرسہ کھلا جس کو نظام الملک طوسی کے نظامیہ کے نام سے قائم کیا تھا۔ اس نظامیہ نیشاپور کے مدرس اعظم امام الحرمین ابوالمعالی تھے۔ اور اس کے ایک مستند و فخر روزگار۔ طالب علم غزالیؒ تھے۔

۷ - نظام الملک طوسی ہی کے ہاتھوں بغداد میں ایک اور دار العلوم کھلا وہ بھی نظامیہ ہی کے نام سے مشہور ہوا ۴۵۷ھ میں اس کی تعمیر شروع ہوئی اور ۱۰ ذلیقعد ۴۵۹ھ کو بڑی شان و شوکت سے اس کا افتتاح ہوا۔ اور بیان ہے کہ افتتاح کے وقت سارا بغداد آمڈ آیا تھا اور دار الخلافہ کی علمی عظمت نظامیہ کے ہال میں مجتمع ہوگئی تھی - علامہ ابو اسحاق شیرازی نظامیہ بغداد کے مدرس اعظم منتخب ہوئے - ہمارے مخدوم شیخ سعدی شیرازی اسی نظامیہ بغداد کے اخیر زمانہ کے طالب علم تھے۔

نظام الملک نے عام مدرسوں کے علاوہ نیشاپور بغداد، ہرات، موصل اصفہان میں جو بڑے بڑے کالج قائم کیے تھے۔ وہ بھی نظامیہ کہلاتے تھے۔

۸ - ۶۳۱ھ میں خلیفہ المستنصر باللہ العباسی نے بغداد میں ایک عظیم الشان دار العلوم المستنصریہ کے نام سے قائم کیا۔ یہ دار العلوم اپنی بعض خصوصیات میں تمام گزشتہ مدارس سے سبقت لے گیا - بڑے بڑے محدثین، مذاہب اربعہ کے فقہاء اور علوم و فنون کے ماہرین اس کے مدرس مقرر ہوئے۔ طلبہ کے قیام و طعام، کاغذ قلم، دوات وغیرہ کے مصارف کا تمام بار حکومت کے ذمہ تھا - دسترخوان پر کھانے کے ساتھ فواکہات و شیرینی بھی رکھے جاتے تھے اس کے علاوہ ایک ایک دینار (پانچ روپے کے مساوی)، ہر طالب علم کو ماہانہ وظیفہ ملتا تھا- طلبہ کے علاج کے لیے طبیب مقرر تھے۔ اور دوائیں مفت دی جاتی تھیں (تاریخ الخلفاء حالات خلیفۃ المستنصر باللہ العباسی)

ان عظیم مدارس کے علاوہ صلاحیہ سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کا بنایا ہوا مدرسہ، مدرسہ دار الحدیث نوریہ سلطان نور الدین زنگی کا بنوایا ہوا مدرسہ تھا- یہ مدرسے عمارات اور تعلیم کی وسعت کے اعتبار سے بقول علامہ سیوطیؒ اُمہات مدارس تھے یعنی آج کے کالجوں اور یونیورسٹیوں کے برابر تھے۔

مدرسہ صلاحیہ کے بارہ میں علامہ جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں۔ الصالحیۃ فینبغی ان یقال لھا تاج المدارس و ھی اعظم مدارس الدنیا علی الاطلاق (حسن المحاضرۃ للسیوطی ج ۲ ص۱۵۷)

یعنی صالحیۃ اس وقت کی دنیائے اسلام میں علی الاطلاق سب سے بڑا مدرسہ تھا- اور اسوقت کے لحاظ سے اسے تاج المدارس کہنا درست تھا۔

دار الحدیث نوریہ کے بعد سلطان کامل نے قاہرہ مصر میں مدرسہ کاملیہ کی بنیاد ۶۳۵ھ میں رکھی اس کے بارہ میں سیوطی لکھتے ہیں - والکاملیۃ ھی دار الحدیث لیس بمصر دار الحدیث غیرھا - یعنی کاملیہ اس قدر عظیم الشان دار الحدیث تھا کہ پورے مصر میں اس کے مقابل میں کوئی دار الحدیث قابلِ ذکر نہیں رہ گیا- (حسن المحاضرۃ ج ۲ ص۱۵۹)

علامہ شبلیؒ دارالحدیث کاملیہ کے بارہ میں لکھتے ہیں " یہ وہ دارالحدیث ہے جس میں حافظ منذری قسطلانی ابن دقیق العید ابن سید الناس عراقی، شیخ ابن حجر، وقتاً فوقتاً اس کے مدرس مقرر ہوئے۔ سب علما اپنے زمانہ کے بے مثل علماء تھے۔ (رسائل شبلی ص۵۴)

حافظ ابن حجر نے اس دور کے ایک اور بڑے مدرسہ فاضلیہ کا ذکر فرمایا ہے۔ اور ابن دقیق العید کے متعلق لکھا گیا ہے کہ وہ اس کے ہیڈ مدرس تھے۔ (رکامنہ ج ص۱)

ان کے علاوہ اور بہت سے اسلامی مدارس و کالج و یونیورسٹیاں عہد اوّل میں کھلتی چلی گئیں تھیں۔ حالی مرحوم نے ایک بند میں ان مدارس کا تذکرہ کر دیا ہے۔ ان کے بارہ میں تفصیلات مطولات میں دیکھئے وہ لکھتے ہیں۔

نظامیہ ، نوریہ ، مستنصریہ عزیزیہ ، زنلیہ اور قاصویہ
نفیسیہ ، سقیہ اور صاحبیہ رواحیہ ، عزیہ اور ناصریہ
یہ کالج تھے مرکز سب آفاقیوں کے
حجازی و کردی و قبچاقیوں کے

اس مختصر تذکرہ کے بعد اب ہم ہندوستان میں اسلامی مدارس کی تاریخ علامہ شبلی رح اور دوسرے مؤرخین کے حوالے سے پیش کر رہے ہیں۔ بہتر ہوگا کہ اس پر بھی ایک سرسری نظر ڈالتے جائیں۔ اس کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ عہد بہ عہد سلاطین ہند نے بھی اسلامی مدارس کے قیام و بقا کے لیے اپنی مساعی صرف کی تھیں۔

ہندوستان کے چند قدیم مدارس :- علامہ مقریزی نے کتاب الخطط میں سلطان محمد تغلق کے زمانہ کی نسبت بیان کیا ہے کہ سلطان محمد تغلق کے عہد میں دہلی کے اندر ایک ہزار اسلامی مدارس قائم تھے سلطان محمد تغلق کا عہد حکومت ۷۲۵ھ سے ۷۵۲ھ تک کا ہے۔ (کتاب الخطط للمقریزی ج ۲ ص ۱۳۴)

۲۔ صبح الاعشیٰ کا مصنف قلقشندی متوفی ۸۲۱ھ بھی اس کی تائید کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ہندوستان کے پایۂ تخت دہلی میں اس وقت ایک ہزار مدرسے جاری تھے۔ (صبح الاعشیٰ ج ۵)

۳۔ فیروز شاہ تغلق نے جس شان کے مدارس تعمیر کرائے اس کا اندازہ مؤرخ برنی کے اس بیان سے کیا جاسکتا ہے وہ لکھتا ہے کہ " دہلی کا یہ مدرسہ اپنی شان و شوکت، خوبی عمارت، محل وقوع، حسن انتظام اور تعلیم کی عمدگی کے لحاظ سے اپنی نظیر نہیں رکھتا "

مدرسہ کی عمارت بہت وسیع ہے اور ایک بہت بڑے باغ کے اندر تالاب کے کنارے واقع

ہے ۔ ہر وقت سینکڑوں طلبہ اور علماء و فضلاء یہاں موجود رہتے ہیں ۔ طلبہ و اساتذہ کے لیے مکانات بنے ہوئے تھے ۔ طلبہ سنگِ مرمر کے فرش پر نہایت آزادی کے ساتھ علمی مشاغل میں منہمک نظر آتے تھے ۔

۴ ۔ سلطان محمد عادل شاہ جو سلطنت میجاپور کا مشہور حکمران گزرا ہے ۔ اس نے جو مدارس ممالک محروسہ میں قائم کیے تھے ۔ ان میں حکومت کی جانب سے طلبہ کو عام کھانے کے علاوہ روزانہ بریانی اور مزعفر بھی دیا جاتا تھا ۔ اور فی طالب علم ایک طلائی سکہ جو وہاں کے نام سے موسوم تھا ماہانہ وظیفہ ملتا تھا ۔

(ہند میں مسلمانوں کی تعلیم و تربیت ج ۱ صد ۳۴)

۵ ۔ نواب نجیب الدولہ کی نسبت محدث یگانہ حضرت شاہ عبدالعزیز نے لکھا ہے کہ ان کی سرکار سے نوسو طلبہ کو وظائف ملتے تھے ۔ شاہ صاحب کے الفاظ یہ ہیں " نزد نواب نجیب الدولہ نہ صد عالم بود ادنی پنج روپے و اعلی پانصد روپے می باشد " (از ملفوظات شاہ عبدالعزیز دہلوی صد ۸۱)

۶ ۔ روہیل کھنڈ جیسے غیر معروف خطہ میں پانچ ہزار علماء مختلف مدارس میں درس دیتے تھے ۔ اور حافظ الملک حافظ رحمت خان کی ریاست سے تنخواہ پاتے تھے ۔ (حیات حافظ رحمت خاں صد ۲۷۴)

۷ ۔ انگریز عملداری سے قبل بنگال میں اسی ہزار مدرسے تھے اس طرح ہر چار سو آدمیوں پر ایک مدرسہ کا اوسط نکلتا ہے (روشن مستقبل صد ۱۲۴)

۸ ۔ صوبہ بنگال میں سلاطین و امراء نے مدارس کے لیے جو جائدادیں وقف کیں ان اوقاف کا مجموعی رقبہ (بقول مسٹر جیمس صاحب) بنگال کے چوتھائی رقبہ سے کم نہ تھا ۔ اوقاف کے علاوہ سلاطین و امراء نقد وظائف کے ذریعہ سے بھی اہل علم کی اعانت کرتے تھے ۔ (روشن مستقبل صد ۱۲۴)

۹ ۔ اکبر شاہ کے عہدِ حکومت میں امراء و رؤساء نے ملک بھر میں اسکولوں، کالجوں کا جال بچھا دیا ۔ ملا عبدالقادر بدایونی نے لکھا ہے کہ اکبر کے عہد میں معقولات میں بہت اضافہ ہوا ۔ ایران و سمرقند کے علماء منطق و فلسفہ لے کر آئے اکبر کے دربار میں ان علوم کے ایک ممتاز عالم شاہ فتح اللہ شیرازی تھے ۔

۱۰ ۔ سلطان اورنگ زیب عالمگیر جن کو یورپین محققین نے خود غرضی کا خاص طور سے نشانۂ ملامت بنا لیا ہے ۔ ان کے عہدِ حکومت کے یورپین سیاح کپتان انگلینڈ ہملٹن کی شہادت ہے کہ شہر ٹھٹھ (سندھ) میں مختلف علوم و فنون کے چار سو کالج موجود تھے ۔ یہ ٹھٹھ کی حالت تھی جو پایۂ تخت دہلی سے دور تھا ۔ الغرض انگریزوں کے منحوس قدم کی آمد سے پہلے گاؤں گاؤں میں ایسے مدرسے موجود تھے ۔ جس میں دینی علوم کی نوشت و خواند اور حساب وغیرہ کی تعلیم ہوتی تھی ۔ ان نامور سلاطین کے بعد جب ایسٹ انڈیا کمپنی کے قدم ہندوستان میں جم گئے ۔ اور پایۂ تخت دہلی سیاسی شعبدہ بازی کا تماشہ گاہ بنا ہوا تھا ہو

صدی کے اواخر اور انیسویں صدی کے اوائل تک بقول پروفیسر میکس مامر، صرف بنگال میں اسی ہزار مدرسے تھے۔ اور پورا بنگال اسلامی مدرسوں اور تعلیمی اداروں سے بھرا ہوا تھا لیکن کمپنی کی حکومت نے مسلم اوقاف کو ضبط کر لیا، وظائف کو بند کر دیا۔ اسی طرح ایک عرصہ کے بعد تعلیم دین کا یہ زریں سلسلہ ٹوٹ گیا۔

شہر ٹھٹھہ میں زمانۂ حال کا ایک عظیم وقف:۔ اخبار ندائے ملت لکھنؤ کی روایت ہے کہ اس ٹھٹھہ (سندھ) میں ایک خاتون محترمہ بی بی زیب النسا نے گیارہ سو ایکڑ (۳۳ سو بیگھہ) زمین پر مشتمل ایک جائداد اپنے شوہر سید عبدالرحیم شاہ اور ان کے والد سید محمد رحیم شاہ کے لیے وقف کی تھی۔ یہ دونوں حضرت شاہ ولی اللہ کے خاص عقیدت مند تھے۔ اسی وقف کی آمدنی سے شاہ ولی اللہ ولی اللہ اکیڈمی کا قیام عمل میں لایا گیا تو اکیڈمی کے فرائض و مقاصد میں شاہ ولی اللہ اور ان کی علمی کتابوں کے متن کی صحت کے ساتھ اشاعت اور ان کے غیر ملکی زبان میں ترجمے اور ایسے کتب خانوں کا قیام بھی شامل تھا جو شاہ ولی اللہ کے سلسلہ میں تحقیقی و علمی کاموں کے لیے مفید و معاون ہو سکے (ندائے ملت ۱۸ اکتوبر ۶۳ء)

انگریزوں کے دور میں عام اوقاف کی ضبطی اور تعلیمی اداروں کی بربادی: ہندوستان کو تعلیمی روشنی سے محروم کرنے کے لیے کمپنی کی حکومت نے ان تمام اوقاف کو ضبط کر لیا۔ جن کی آمدنی سے تمام قدیم درسگاہیں قائم تھیں۔ ڈبلیو، ڈبلیو، ہنٹر (W. W. HANTAR) اپنی مشہور کتاب (ہمارے ہندوستانی مسلمان) میں اس راز درون کو اس طرح فاش کرتا ہے۔ "آخر ۱۸۳۸ء میں مقدمات چلا کر ان اوقاف پر حکومت نے قبضہ کر لیا۔ صرف ان اوقاف سے حکومت کی آمدنی میں تین لاکھ پونڈ کا اضافہ ہو گیا۔" (ہمارے ہندوستانی مسلمان ص ۲۵۶)

یہ واضح رہے کہ یہ بیان صوبہ بنگال کے متعلق ہے اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ جب ایک پسماندہ اور دور افتادہ صوبہ جس کو اس وقت کے لحاظ سے کوئی خاص اہمیت و تعلیمی امتیاز حاصل نہ تھا۔ تعلیم کے لیے چالیس لاکھ روپے سالانہ آمدنی کے اوقاف موجود تھے۔ تو ملک کے دوسرے صوبوں میں علی الخصوص ان مقامات میں جن کو تعلیمی مراکز حاصل تھے۔ کس قدر اوقاف موجود ہوں گے۔ انگریزوں کی اسی بے رحمانہ کاروائی سے ہندوستان کی علمی زندگی پر کیا اثر پڑا۔ اس کے متعلق بھی خود ہنٹر کی شہادت سنیے "مسلمانوں کا تعلیم نظام جس کا دارومدار انہی اوقاف پر تھا۔ تہہ و بالا ہو گیا اور مسلمانوں کے تعلیمی ادارے اٹھارہ سال کی مسلسل غارت گری کے بعد یک قلم ٹوٹ گئے۔ بے شک ہم نے ان کے اوقاف کا ناجائز استعمال کیا۔ اس حقیقت کو چھپانے سے کیا فائدہ کہ اگر ہم اس جائداد کو جو خاص انہی حضرت کے لیے تھی ٹھیک ٹھیک استعمال کرتے تو بنگال میں آج ان کے پاس اعلیٰ و شاندار تعلیمی ادارے ہوتے۔"

(ہمارے ہندوستانی مسلمان ص ۲۵۰)

بہر حال ایک عرصہ تک یہ پالیسی چلتی رہی کہ تعلیم کے تمام چشموں کو خشک کر دیا جائے۔ یہ پالیسی کامیاب رہی اور بقول مسٹر الفنسٹن ہندوستانیوں کے ذہنیت کے چشمے خشک کر دیئے گئے مگر ایک مدت کے بعد جب یہ وقت پیش آیا کہ آفسوں کے لیے کلرک ملنے مشکل ہو گئے اور یورپ سے بھی اتنے ارزاں کلرک ملنے ختم ہو گئے تھے۔ کہ علمی چشموں کو خشک کر دیا گیا تھا اور کچھ اس لیے کہ نمازکی زبان کو سرکاری زبان انگریزی میں کر دی گئی تھی۔ تو یہ پالیسی طے کی گئی کہ ایسے کلرک پیدا کئے جائیں جو رنگ و نسل کے لحاظ سے ہندوستانی ہوں مگر دین و فکر کے لحاظ سے یورپین ہوں۔ چنانچہ یہی ہونے لگا کہ اکبرالہ آبادی نے اپنے ایک شعر میں اسی ماحول کی نقاشی کی ہے۔

شیخ و کالج و حکام ہم در کار ند
تا تو ڈگری بکف آری و کنی عہدہ بری

تاہم اس قسم کے کلرکوں کی ضرورت محدود تھی اس لیے انسان کے بنانے کی مشین و کارخانے بھی محدود تعداد میں بنائے گئے، تعلیم کا خرچ اتنا بڑھا دیا گیا کہ افلاس زدہ ہندوستانیوں کی ہمتیں پست ہو کر رہ گئیں ایک دو نسل کے بعد نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستان جو تہذیب و تمدن کی ترقیوں میں تمام دنیا سے آگے تھا اور جس کا چپہ چپہ علم و فضل کی روشنی سے چمک رہا تھا۔ دنیا کا پسماندہ ملک بن کر رہ گیا۔ اور جہاں سترہویں صدی کے آخر تک سو فیصدی باشندے نوشت و خواند سے واقف ہوتے تھے۔ وہاں بیسویں صدی میں لکھنے پڑھنے والوں کی تعداد آٹھ فیصدی رہ گئی۔ یہ تھا نتیجہ انگریزوں کی ڈیڑھ سو سالہ غلامی کا۔

انگریزی عہد کے اسکول و کالج اور ان کے بدترین تعصب کی مثال

انگریزوں نے اپنے دورِ حکومت میں جس طرح اوقاف کو ضبط کر کے اور دینی مدارس کے لیے ان کے وظائف کو منقطع کر کے اپنی ظالمانہ اور بے رحمانہ تعصب کا ثبوت دیا ہے اس کا ذکر ابھی ابھی ڈاکٹر ہنسٹری کی شہادت سے گذر چکا ہے لیکن کلرک سازی کے لیے جن اسکولوں و کالجوں کو جاری بھی کیا ان میں نصاب تعلیم ایسا رائج کیا اور ایسا ماحول بھی پیدا کیا کہ لڑکے دینیات سے بے خبر مذاہب سے بیگانہ ہو کر رہ گئے۔ حفیظ جالندھری نے اس کا نقشہ اپنے الفاظ میں یوں کھینچا ہے۔

مقرر تھے یہاں استاد مجھ کو یہ سکھانے پر
خدا حاکم نہیں، اک اور حاکم ہے زمانے پر

الغرض انگریزی کالجوں، ٹیچروں سے پڑھ کر جو طلبہ نکلے ان کا دماغ صرف سرکاری ہو کر رہ گیا۔ اکبرالہ آبادی کو یہ دردناک منظر دیکھ کر کہنا پڑا۔

تسبیح و نماز و وظیفہ رخصت
کالج سے امام ابوحنیفہؒ رخصت

انگریز نے بعض مدارس میں دینیات کا کچھ حصہ رکھا - اور مولوی عالم کی سرکاری ڈگری کا بھی بندوبست کیا مگر اس میں دیگر علم و فن کے ساتھ دین کا ایسا مختصر سا پیوند رکھا گیا ہے کہ نہ اس سے علماء و فضلاء پیدا ہوسکے نہ ان میں دین کا ذوق اور درد و تڑپ پیدا ہوسکے - ایسی سرکاری یونیورسٹیوں میں فیشن زدہ سند یافتہ معلم کو دیکھ کر اکبر الہ آبادی نے ان کی کیا خوب ترجمانی کی -

برگڈ کے مولوی کو تم جانتے ہو کیا ہیں
انگلش ریاضی وغیرہ کا عربی میں ترجمہ ہو

اس ماحول کو دیکھ کر کچھ اہل نظر اہل دل ارباب بصیرت نے آزاد اسلامی مدارس کی ضرورت کو محسوس کیا اور ان کی افادیت اور اہمیت کا احساس قوم وملت میں عام کیا - قوم گرچہ پژمردہ و بے مایہ و بے بال و پر ہوچکی تھی مگر پھر بھی دین کی حرارت سے ان کے سینے ابھی گرم تھے - چنانچہ سب سے پہلے دار العلوم دیوبند کی بنیاد پڑی اور کچھ دنوں کے بعد ندوۃ العلماء کا قیام عمل میں آیا، حضرت مولانا شیخ الکل فی الکل سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی نے اپنا مدرسہ متوکلا علی اللہ جاری کیا اور دیو بند بھی کسی سرکاری گرانٹ کے بغیر جاری ہوا۔ ندوہ کا اجراء بھی اسی طرح ہوا لیکن اس کو زیادہ ترقی پر لے جانے کے لیے جب مولانا شبلیؒ نے انگریز گورنمنٹ سے کچھ مالی امداد کی خواہش ظاہر کی تو کیا جواب ملا؟ اور کیا شرائط پیش ہوئیں؟

مولانا محمد علی قصوری ایم - اے کی زبان سے سنیئے -

"مولانا شبلی مرحوم نے جب ندوۃ العلماء کو جاری کیا تو اس کو بلند معیار پر لے جانے کیلئے گورنمنٹ سے کچھ امداد کے طالب ہوئے - تو ان کو یوپی کے گورنر سر جیمز ہوٹ نے بلا کر کہا کہ اگر آپ ندوۃ العلماء کے نصاب تعلیم میں سے سورۂ انفال، سورۂ توبہ، سورۂ ممتحنہ، اور سورۂ صف نکال دیں اور حدیث کے درس کو لازمی جزو قرار دیں تو انگریز گورنمنٹ کم از کم ایک لاکھ روپے سالانہ گرانٹ دینے کے لیے تیار ہے - علامہ شبلیؒ نے انگریزوں کی اس شرط کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا -" (الاعتصام تجیت حدیث نمبر ۱۷ فروری ۵۶ء)

اس حوالہ سے واضح ہوا کہ انگریزی حکومت مسلمانوں کے آزاد دینی تعلیمی مدارس کو کس نظر سے دیکھتی تھی - اور مسلمانوں کو مرد میدان بنانے والی آیتوں اور سورتوں کی تعلیم سے بیگانہ رکھنے کی کس قدر خواہش مند رہتی تھی - اقبال مرحوم نے کالج کے نازک اندام و سبک خرام طالب علموں کو مجاہدانہ زندگی گزارنے کے متعلق

کیا خوب لکھا ہے :۔

یورپ نے سکھایا انہیں فن شیشہ گری
تو ان کو سکھا خارشگافی کے طریقے

سلاطین دنیا کا عمومی نظریہ :۔ ایک زمانہ دراز سے جس کی تاریخ لامعلوم کہی جا سکتی ہے دین سے بیگانہ سلطنتوں کی روش یہ رہتی آئی ہے کہ وہ خدا پرستوں اور خداشناسوں سے دشمنی اور ان کی خدا پرستی کی جڑ پر ضرب کاری لگانے کے لیے اپنی ہمت وقوت صرف کرتی ہیں ۔ اسی سلسلہ میں بہت پرانی آویزشوں سے صرف نظر کر کے ہم سمرقند و بخارا کے ایک تاریخی انقلاب کا تذکرہ کریں گے ، مولانا مسعود عالم ندوی لکھتے ہیں کہ :۔

"سمرقند و بخارا کے نام سے اسلامی دنیا کا بچہ بچہ آشنا ہے ۔ حجاز مقدس کے بعد یہی خطے علوم دینیہ کا مرکز بنے ، خصوصاً علوم و حدیث و فقہ کی ایسی نہریں یہاں سے جاری ہوئیں جن سے پورا عالم اسلام سیراب ہوا ۔ ہزاروں جلیل القدر محدثین و فقہاء اسی خاک پاک سے اُٹھے ۔ غور فرمایئے ۔ اصح الکتاب بعد کتاب اللہ کے مرتب امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ کس خطۂ زمین سے نصیب رکھتے تھے ۔ خود ہندوستان میں علوم قرآن و حدیث کی روشنی پھیلانے والے اپنے آباء کی سکونت کہاں کہاں بتلاتے ہیں حضرت شیخ محدث عبدالحق دہلویؒ کہاں کے رہنے والے تھے ؟ ۔ اور حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اپنا آبائی وطن کس ملک کو کہا ہے ۔؟ سب اس خطۂ پاک بخارا کی طرف منسوب ہیں ۔ پچھلے کئی صدیوں تک وہاں اسلامی عروج کا کیا عالم تھا؟ اس علم کے لیے تاریخ کے صفحات اُلٹئے مگر آج سے ۲۵ سال پہلے جو بخاری کے طلبہ میرے ہم سبق تھے وہ بیان کرتے تھے کہ انقلاب سے پہلے بخارا کے علاقہ میں تقریباً ایک لاکھ طلبہ عربی علوم و فنون اور اسلامی علوم کی تحصیل میں مصروف تھے ۔ لیکن دل تھام کر سنئے کہ انقلاب کے بعد اسلامی علوم فنون کے اس مرکز اور ہزاروں محدثین و اولیاء اللہ کے گہوارہ کا حال یہ ہے کہ اب امام بخاری کے نام سے بھی وہاں کے لوگ ناآشنا ہیں ۔ (بحوالہ دیار عرب میں چند ماہ)

جس طرح بالشویک روس نے خدا بیزاری ، خدا دشمنی سے اسلامی آثار و علاقات تک کا نام و نشان مٹا دیا ، صحیح بخاری میں درس و تدریس کا ذکر کیا تو صحیح بخاری کا نام جاننے والوں تک کا قلع قمع کر دیا اسی طرح اپنے اپنے دور میں تمام خدا بیزار و خداناشناس حکومتوں نے دین کا مذاق اڑایا ہے اور دین والوں سے ان کی دین دوستی کا انتقام لیا گیا ہے ۔

وما نقموا منھم إلّا ان یومنوا باللہ العزیز الحمید)

ہندوستان میں خواہ انگریز حکومت کا دور رہا ہو یا اب بھارت سرکار کی حکومت ہو۔ دونوں اسلامی تہذیب و تعلیم کے دشمن ثابت ہوئے ہیں۔

نگہ ہو یا سزا ہو ہم تو دونوں کو بلا سمجھے
اُسے تیر قضا سمجھے اسے تیر قضا سمجھے

تمام خدا بیزار حکومتوں اور قوموں کو نہ تو قرآن سے کوئی واسطہ رہا ہے نہ صحیح بخاری سے۔ کتاب و سنت کی ترویج و تبلیغ اور تعلیم اشاعت کے تمام تر ذمہ دار ہر دور میں علمبرداران اسلام ہی رہتے آئے ہیں۔ بما استحفظوا من کتاب اللہ وکانوا علیہ شہداء فرماکر خداوند کریم نے اسکی حفاظت و نصرت اور تعلیم و اشاعت کا فرض اہل اسلام ہی کے ذمہ عائد کیا ہے۔ اگر ذرا غفلت و بے نیازی اختیار کر لی جائے۔ تو سمرقند و بخارا کا ذکر کیا خود آپ کے ہاں بھی صحیح بخاری پڑھنے والے اور اس کے جاننے والے ناپید ہو جائیں گے۔

حافظ سخاویؒ (تلمیذ ابن حجر) نے ایک عجیب حیرت انگیز واقعہ لکھا ہے۔ قد بلغنا ان بعض کبار ملوک العجم ارادوا ان یقرأ عندہ صحیح البخاری فلا یوجد فی مملکتہ من یحسن ذلک فاجتمع علماء ذالک المصر علی قرأتہ یقع منھم التحریف فی الاعراب واللغات مالا یخفی

(فتح المغیث صـ ۳۰۶)

یعنی دیار عجم کے ایک بڑے بادشاہ نے خواہش کی کہ اس کے پاس چند اہل علم صحیح بخاری شریف پڑھیں مگر پوری مملکت میں بخاری کو صحیح طور سے پڑھنے والا بلاد عجم میں کوئی بھی نہ مل سکا آج ہندوستان میں احادیث کی نشر و اشاعت تبلیغ و تعلیم کا سلسلہ جس طرح سے چند ایک آزاد مدارس میں قائم ہے یہ سب صدقہ ہے حضرت شاہ ولی اللہ اور ان کے خاندان عالی شان کا اور پھر مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند کا اور آخری میں حضرت شیخ الکل استاذ العلماء حضرت مولانا سید نذیر حسین صاحب محدث دھلوی کا اور پھر جلالۃ العلم نواب صدیق الحسن خانصاب بھوپالی صاحب اور ان کے اخلاف اطہار کا رحمھم اللہ رحمۃ واسعۃ۔

بھارت سرکار میں دینی، اسلامی تعلیم کا ایک جائزہ :۔ مملکتِ ہند آجکل ایک سیکولر اسٹیٹ اور جمہوری ریاست اور غیر مذہبی حکومت کہلاتی ہے اس لیے اس کا نصاب تعلیم بھی سیکولر ہونا چاہیے یعنی وہ ایسا ہونا چاہیے جس میں نہ کسی خاص مذہب کے عقائد و مراسم سکھائے جائیں اور نہ کسی دھرم

کے خلاف باتیں پڑھائی جائیں۔ بلکہ اس کے ذریعہ عام سچائیوں اور اچھے اخلاق وکردار کی تعلیم دی جائے تاکہ مختلف فرقوں سے تعلق رکھنے والے اور مختلف مذاہب کے جاننے والے یکساں طور سے نفع اٹھائیں۔ اور کسی مذہبی بنیادوں پر اعتراض کا موقع نہ مل سکے۔ اس معیار کو سامنے رکھیے اور اس نصاب تعلیم پر نظر ڈالیے جو ہمارے اتر پردیش میں رائج ہے۔ پھر فیصلہ کیجیے کہ یہ سیکولر اسٹیٹ ہے یا شکست دینے والی حکومت۔ جس کا تمام تر تعلق اکثریت کے دھرم و کلچر سے ہے۔ اس نصاب سے چند اجزا بطور نمونہ مشتے از خروارے پیش کیے جا رہے ہیں۔

نیا کھلونا ۱۔ یہ کتاب سررشتہ تعلیمات یوپی سے منظور شدہ ہے اس کے ٹائیٹل پر بچوں کی تصویر ہے جس میں بچہ گنیش جی کی مورتی گود میں لئے بیٹھا ہے۔

۲۔ حروف شناسی کے لیے جو تصویریں دی گئی ہیں۔ ان میں وہی تصویریں بنائی گئی ہیں جو اپنی سادھوانا لوازمات کنڈا، چھپا وغیرہ کے ساتھ تشریف فرما ہیں۔

۳۔ گ سے گائے اور گلاس کے ساتھ ایک تصویر گنیش جی کی ہے۔ جس کے نیچے لکھا ہے گنیش جی۔

۴۔ رشی مرگ کی کھال پر بیٹھتے ہیں اور بھگوان کی پوجا کرتے ہیں۔

۵۔ مہاتما بدھ بھگوان راجہ کے پتر تھے۔

۶۔ آج شری رام چندر جی کا پاٹھ تھا۔

۷۔ ویر بالک بھرت اسی کے نام سے بھارت کہلاتا ہے۔

۸۔ یہ دیش ہمارا پالن پوسن کرتا ہے۔ ہم اس کے سامنے سر جھکاتے ہیں۔

دیکھا آپ نے مسلمان، عیسائی، سکھ، پارسی تمام فرقوں کے بچوں کے لیے سیکولر ایجوکیشن کی کیسی بنیاد پڑ گئی۔ بچوں کے سادہ دل و دماغ پر گنیش جی، رام جی، بدھ جی، بھرت جی۔ رشی جی۔ اور بھگوان کے پوجنے کے طریقے وغیرہ ایسے نقوش بٹھا دیئے گئے ہیں۔ بہت سے اسکولوں میں لال پوتھی پڑھائی جاتی ہے۔ اس پوتھی کا چوبیسواں سبق گنیش جی ہے۔ ان کی تصویر کے نیچے یہ عبارت ہے۔

گنیش جی ہمارے دیوتا ہیں۔ ان کی پوجا ہر کام میں پہلے ہوتی ہے ان کے باپ مہادیو جی اور ماں پاربتی جی ہیں گنیش جی کا نام لینے سے سب کام ٹھیک ہو جاتا ہے۔ (پہلی وال پوتھی صد۳۱)

جونیئر ہائی سکولوں کا نصاب تعلیم :۔ اس کے پورے نصاب پر نظر ڈالنے کی زحمت آپ کو کہاں تک دی جائے اس کے نصاب کی ایک کتاب ہمارے پوروج یعنی ہمارے پرانے بزرگ کے چند اقتباسات کو دیکھئے۔

ہمارے پوروج ہندوؤں ہی کے نہیں ، مسلمان ، سکھ ، عیسائی جو بھارت کے رہنے والے ہیں ان سبھی کے ہیں ۔

ذرا ٹھہریئے بات ابھی ختم نہیں ہوئی آگے دو فقرے اور پڑھ لیجئے اور ہم ایسے پوروجوں کو بھول نہیں سکتے ان کا آدر کرتے ہیں ، ان کی پوجا کرتے ہیں ۔ استغفراللہ ، غیر خدا کی پوجا کی تعلیم اور سیکولرزم کا دعویٰ ۔

پہلے بھاگ کا ٹائیٹل :- جن پوروجوں کی پوجا کی طرف توجہ دلائی گئی ہے ۔ ان کے مفصل تذکرے تو کتاب میں نہیں لیکن ٹائیٹل پر بذریعہ تصاویر چند ایک تعارف کروا دیا گیا ہے ۔

تصویریں حسب ذیل ہیں ۔

۱ - وسط میں برگد کا ایک بڑا درخت ہے اسکی جڑ میں پوروج بالمیک جی تشریف فرما ہیں ۔ ان کے سامنے شری رام چندر جی کے دو لڑکے لو ، کش ہاتھ جوڑے کھڑے ہیں ۔

۲ - برگد کے داہنی طرف مہاتما گوتم بدھ ، سیتا جی ، گرو گوبند جی ، شیوا جی ہیں ۔

۳ - برگد کے بائیں طرف شری کرشن جی ، شری رام چندر جی ، مہاراجہ پرتاپ سنگھ وغیرہ کھڑے ہیں ۔

نوٹ : یہ تمام تفصیلات مدینہ بجنور ۱۷ مارچ ۵۴ء ۲۸ مارچ ۵۴ء یکم اپریل ۵۴ء سے خلاصہ کے طور پر ماخوذ ہیں ۔

اس مجموعی و جبری تعلیم کے سلسلے میں صرف اس قدر عرض کرتا ہوں کہ اگر اخلاق ، تربیت اور بزرگوں کے احترام و عقیدت کا سبق دینے کے لیے بعض پیشوایان مذہب و معلمین اخلاق کا تذکرہ ضروری ہو تو پوری فراخدلی کے ساتھ مذہب کے قابل احترام ناموروں اور اخلاقی و روحانی شخصیتوں کا تعارف ہونا چاہیے ۔ ایسا نہ ہو کہ کسی خاص فرقہ کی مذہبی روایات ، مذہبی اشخاص کی چھاپ و جھلک دکھائی جائے ۔ چونکہ حکومت نے اپنے دستور میں بار بار نا مذہبی و سیکولر حکومت ہونے کا اعلان کیا ہے اس لیے اس کا نصاب تعلیم و نظام تعلیم سر تا سر غیر مذہبی ہونا چاہیے لیکن ہوتا یہ ہے کہ ایک فرقہ کے مذہبی پیشواؤں اور ناموروں کا تذکرہ کیا جاتا ہے ۔ صرف ایک فرقہ کے روایات و تقریبات اور مذہبی و تاریخی ، سیاسی شخصیات کا انتخاب کر لیا گیا ہے دوسرے فرقہ کی روایات و شخصیات کا بھولے سے بھی تذکرہ نہیں ہونے پاتا ۔ اس صورت حال پر حضرت العلام مولانا سید ابوالحسن علی اللہ ندوی نے اپنے ایک خطبہ میں نہایت بلاغت سے حکومت کو انتباہ دیا ہے ، وہ رقم طراز ہیں ۔

" یوپی کے محکمہ تعلیم نے اردو کی جو بلیک ریڈر تیار کرائی ہے ان میں بزرگوں کے سلسلہ میں

شری رام چندر جی، شری کرشن جی، سور داس جی، تلسی داس جی کے اسباق ہیں تیرتھ گاؤں اور مذہبی مقامات ہیں - اجودھیا - متھرا - کاشی - پریاگ ۔ کا ذکر ہے لیڈروں میں مہاتما گاندھی، پنڈت نہرو اور پنڈت مدن موہن مالویہ، سردار پٹیل، راجندر پرشاد پنڈت پنت وغیرہ کا ذکر ملتا ہے اس پورے سلسلہ میں نہ کسی مسلمان شخصیت کا ذکر ہے نہ ان کے کسی مقدس مقام کا نام ہے اور نہ جنگِ آزادی کے کسی مسلمان قائد و رہنما کا نام ہے۔

پھر مولانا کیا خوب لکھتے ہیں۔ کیا خواجہ معین الدین اجمیری کا نام نظام الدین اولیاء کے نام بزرگوں میں آنے کے قابل نہ تھے جن کو پورے ہندوستان کی مرجعیت حاصل ہے شیر شاہ سوری جیسے اعلیٰ مدبر منتظم امیر خسرو جیسے شاعر خوش نوا شاہ ولی اللہ جیسے کلیم و فلسفی عبدالرحیم خانِ خاناں جیسے جامع کمالات انسان، سلطان ٹیپو جیسے غیور و بلند ہمت انسانوں کی پیدائش سے ہندوستان محروم نہ تھا۔ یہ سب وہ ہستیاں ہیں جن کی وجہ سے ہندوستان کا نام سارے مشرق اور پورے ایشیا میں بلند ہے۔ نئی نسلوں کے ساتھ ناانصافی ہوگی اگر انسانیت کے ان تابناک مثالوں اور ہندوستان کے ان سرمایۂ فخر و شرف ہستیوں کے نام اور کام سے واقف ہونے کا ان کو موقع نہ دیا جائے۔ جن کی زندگی اور جن کے اعمال سے واقفیت انسانی سیرت کی تعمیر کے لیے ازبس ضروری ہے۔ بہرحال نصاب تعلیم کا یہ جارحانہ رجحان اور یہ تنگ نظری مسلمانوں کے لیے سب سے اہم مسئلہ بن گیا ہے۔ مسلمانوں کو جب تک اس کی طرف سے اطمینان نہ ہو کہ ان کی آئندہ نسلیں اسلام پر قائم رہیں گی۔ اس وقت تک مسلمان ایک شدید ذہنی کشمکش میں مبتلا رہیں گے۔ اس لیے ضروری ہے کہ حکومت سے احتجاج کر کے نصاب تعلیم سے ایسے اجزاء کو خارج کرا دیں۔

دوسرا حل یہ ہے کہ اپنے بچوں کے لیے دینی تعلیم کا خود بندوبست کریں ورنہ بچہ سرکاری تعلیم سے لازمی طور پر مرتد ہو کر رہے گا جسے مسلمان کبھی گوارہ نہیں کر سکتے۔

آج یہ سوال نہیں ہے کہ بچہ پڑھے یا جاہل رہے کیونکہ بچہ جبری تعلیم کے تحت یقیناً پڑھایا جائے گا بلکہ اصل سوال یہ ہے کہ بچہ مسلمان ہو کر جیئے یا مرتد ہو جائے بچہ سرکاری نصاب تعلیم کے بعد لازمی طور سے مرتد ہو کر رہے گا۔

جبری تعلیم میں بچے جا رہے ہوں تو جائیں لیکن صباحی و مسائی مدرسے قائم کیجئے۔ اور اسکول جانے سے قبل یا بعد میں آدھ گھنٹے تک بچوں کے دینی تعلیم کا بندوبست کریں تو صحیح تربیت اور صحیح ماحول کے سبب غلط نصاب کا زہر اترتا جائے گا۔ استاد بچہ کو سمجھاتا رہے گا۔ اور غلط اجزاء کی نشاندہی کرتا رہیگا

وہ بتائے گا کہ شری گنیش جی مہاراج کو ہم پرماتما یا اوتار کچھ نہیں مانتے نہ ہم ان کی پوجا کر سکتے ہیں ہم ان کو ایک مذہبی پیشوا یا بزرگ مانتے ہیں مجھ سے ملک و ملت کے نامور و ہمدرد کیا قاضی محمد عدیل عباسی نے کہا کہ نصاب تعلیم کے اس اجزاء پر کہ رام چندر جی ہمارے اوتار ہیں حیات .... انصاری نیز قومی آواز لکھنو کے ایک جلسہ میں اعتراض کیا تو آریہ صاحبان بھی اس مجلس سے اٹھ کھڑے ہوئے کہ ہم لوگ بھی رام چندر جی کو اوتار نہیں مانتے۔ ایسی تعلیم ہمارے بچوں کو کیسے دی جائے گی حال یہ ہے .... س طرح کے احتجاج کر کے نصاب تعلیم سے کوئی کتاب خارج کرا دی جائے تو دوسری کتاب اس سے بھی زہریلی تیار ہو کر پریس سے باہر آجاتی ہے۔ چنانچہ احتجاج کے بعد ایک تازہ کتاب نوپربھات نکلی اس میں شنکر جی سے اس طرح خطاب کیا گیا ہے۔

اے دیوتاؤں کے دیوتا! آپ ہی ماں آپ ہی باپ آپ ہی علم آپ ہی دولت آپ ہی میرے سب کچھ ہیں۔ (نوپربھات ج ۱ ص ۲)

ایک مسلمان کے لیے تو سب کچھ صرف خدا کی ذات وحدہٗ لاشریک ہے اب یہ تعلیم ذہنی و فکری ارتداد اور عملی فسق و شرک کی طرف رہنما نہیں تو کیا ہے الغرض بقول غالب یہ افسوسناک حالت ہے۔

ع چوں یک گرہ کشائم تدبیر دامنم
گرہے وسخت گرہے کارے وسخت کارے

سرکاری نصاب و ہندو روایات کا ایک اور تباہ کن انجام:۔ اس سرکاری تعلیم کو جو طلبہ کے علاوہ مسلم طالبات بھی پڑھیں گے جن میں ایک طرف ہندو دھرم ہندو روایات کی ترویج و اشاعت و تبلیغ کی گئی ہو اور ساتھ ہی ہندی، سنسکرت کی زبان بھی مسلط کی جا رہی ہے یہ ہندی و سنسکرت کا مسئلہ محض لسانی ہی نہیں ہے۔ بلکہ بڑی حد تک مذہبی ہے حکومت اسلام کے نقش کو مٹا کر ہندو دھرم کا نقش ذہنوں میں ثبت کرنا چاہتی ہے۔

جب ہماری لڑکیوں کی زبان سنسکرت ہو گی تو آئندہ نسل کی زبان خود بخود ہندی و سنسکرت ہو جائیں گی۔ مدیر معارف نے اسی مسئلہ پر ضروری انتباہ دیا ہے کہ اگر ماں کی زبان اردو ہے تو ان کی اولاد اس سے بالکل بیگانہ نہیں رہ سکتی۔ اگر ماں کی زبان بدل گئی تو اس کی نسل کی زبان بھی بدل جائے گی۔ اس لیے لڑکیوں کی اردو تعلیم کا مسئلہ لڑکوں سے بھی زیادہ اہم ہے۔ اسکول میں ان کے اردو تعلیم کا انتظام ہو زیادہ زور دینے کی ضرورت ہے۔ (معارف اعظم گڑھ ستمبر ۱۹۶۳ء)

حکومت صرف اردو سے محروم کرنا نہیں چاہتی ہے بلکہ اردو کے حذف کرنے سے اس کا منشا

اس اسلامی لٹریچر کا بھی حذف کرنا ہے جو اردو میں کافی لکھا جائے گا۔ اس لیے ایک لڑکی اردو سے محروم رہ کر اللہ رسول فرشتے، قیامت، عذاب و ثواب، جنت، دوزخ، زمزم، کوثر وغیرہ اسلامی اصطلاح سے بیگانہ ہو گی ہی کیونکہ ان چیزوں کا ذکر ہندی یا سنسکرت والے نصاب تعلیم میں تو بھول کر نہیں ہے۔ اس کے علاوہ ہندی یا سنسکرت کی تعلیم پا کر وہ رام، لچھمن، اجودھیا، کاشی، وید اساشتر گنگا، جمنا وغیرہ ہندو دیومالا سے خوب واقف ہو جائیں گی۔ ہماری یہ لڑکیاں جب اردو تعلیم کے بجائے ہندی و سنسکرت کے ماحول میں تعلیم پائیں گی تو وہ اپنی اولاد کے سامنے حضرت بلال رضؓ، حضرت فاروق اعظم حضرت خالد بن ولیدؓ، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ وغیرہ اکابر اسلام کا نام تک نہ لے سکے گی۔ اس کے برعکس وہ اپنی اولاد کو رامائن کے قصے سنائیں گے۔ اور سیتاجی کی عصمت کی قسمیں کھائیں گی۔ وقس علیٰ ھٰذا۔

پس لڑکوں کا ہندی و سنسکرت کے ماحول میں تعلیم پانا ان کو ہندو دھرم کا ایک پرچارک بنا کر رکھدیگا۔ اور ان کی اولاد ماں۔ باپ کے اثر اور غلط ماحول سے خود بخود ذہنی اعتبار سے اسلام سے منحرف و بیگانہ ہو کر ارتداد کی راہوں پر پڑ جائے گی۔ اگر لڑکیوں کی آئندہ نسل کو اسلام سے وابستہ رکھنا ضروری ہے تو لازمی طور پر لڑکیوں کے لیے بھی گھر پر اردو اور مذہبی تعلیم کا انتظام ضروری و اشد ضروری ہے۔

سرکاری نصاب تعلیم کا ایک اور خطرناک رویہ:۔ آج کل ہندی میں ایسی کتابیں چل رہی ہیں جن میں بڑی چالاکی کے ساتھ غلط باتیں لکھی گئی ہیں۔ مثلاً پچھلے دنوں جنرل نالج (خارجی معلومات) کی ایک کتاب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق لکھا ہے کہ وہ نعوذ باللہ پہلے بت پرست تھے۔ انہوں نے ایک عیسائی عالم کے کہنے سے بت پرستی چھوڑی تھی۔

۲۔ اسی طرح طلبہ کو بتلایا کہ مسلمانوں میں شیعہ سنی دو فرقے ہیں۔ سنی تینوں خلفاؤں حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ کو مانتے ہیں۔

۳۔ اسی طرح طلبہ کو جنرل نالج میں نماز کے متعلق یہ معلومات مہیا کی گئیں ہیں کہ مسلمان تین یا چار وقت کی نماز پڑھتے ہیں۔

یہ کتاب یو پی بورڈ آف ایجوکیشن کی طرف سے ایف، اے، کے معیار کے لیے منظور کی گئی ہے۔ اور مصنف کی جہالت و شرارت کا یہ عالم ہے تو اب جن صوبوں میں مصنفوں کی ایسی شر انگیز کتابیں چل رہی ہوں کیا وہاں ہمارا فرض نہیں ہے کہ ہم خود اس بات کی نگرانی کریں کہ ہمارے مسلمان بچوں کو صحیح معلومات حاصل ہوں۔ (الجمعیۃ سنڈے اڈیشن ۲۵ فروری ۱۹۵۶ء)

تعصب کی ایک اور بدترین مثال:۔ مولانا محفوظ الرحمٰن صاحب نامی جو کچھ عرصہ تک لکھنو شعبہ

تعلیمات میں ایک افسر کی پوزیشن سے کام کرتے رہے وہ اپنا چشم دید ماجرا اس طرح بیان کرتے ہیں کہ بہار سی پی کے دورہ کے موقع پر دو دن کے لیے بھوپال ٹھہر گیا۔ وہاں میں نے نہایت رنج کے ساتھ یہ بات سنی کہ دار العلوم احمدیہ بھوپال کے صدر مدرس یا پرنسپل صاحب سے حکومت نے باز پرس کی ہے کہ وہ جلالین شریف کا درس کیوں دیتے ہیں۔ جبکہ جلالین ایک مذہبی کتاب ہے۔ اور سیکولر اسٹیٹ کے کسی ادارہ میں مذہبی تعلیم نہیں دی جاسکتی ہے مدرسہ احمدیہ بھوپال کا ایک قدیم دینی مدرسہ میں جو فارسی عربی کے امتحانات، منشی، مولوی عالم کامل، فاضل کے لیے طلبہ کو تیار کرتا ہے۔ اور اس کا الحاق یوپی کے محکمۂ تعلیم سے بھی ہے۔ چونکہ جلالین شریف مولوی کے کورس میں داخل ہے۔ اس کے صدر مدرس صاحب طلبہ کو امتحان دلانے کے لیے اس کا درس دیتے تھے وہ بھی مدرسہ احمدیہ کی عمارت میں نہیں بلکہ جامع مسجد میں اور مدرسے کے اوقات میں بھی نہیں خارجی اوقات میں۔ اس پر اعتراض ہوا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

خیال فرمائیے کہ یہ وہی بھوپال ہے جہاں چند سال پہلے مسلم ریاست قائم تھی۔ مساجد و مدارس کا ایک جال بچھا ہوا تھا اور مذہبی امور کے لیے محکمۂ قضا بھی قائم تھا۔ اب سکولر اسٹیٹ کے [illegible] مدرسہ میں انتظام کا تو ذکر چھوڑیئے کہ یہ بھی روا نہیں کہ مسجد میں تفسیر و حدیث کا درس دیا جائے۔ یہ ہے جمہوری حکومت کا اثر دینی و مذہبی تعلیم پر (صدق جدید ۱۶ مارچ ۱۹۵۱ء)

ذہنی ارتداد کے لیے اسکول کا ماحول:- موجودہ نصابی کتابوں نے مسلمان نونہالوں کے لیے ایک ایسا ماحول پیدا کر دیا ہے کہ وہ ایک طرف اسلام کے اصول و مبادیات اور اسلامی شعائر و روایات سے بیگانہ ہوتے جارہے ہیں۔ دوسری طرف ان کا میلان اکثریت کے رسوم و روایات کی طرف بڑھتا جارہا ہے۔ ان کے ناپختہ ذہن پر اسلام کی چھاپ لگنی بند ہوگئی ہے۔ اور دوسرے نقوش ابھرنے لگے ہیں۔ چونکہ اسکول میں داخل ہونے والے طالب علم دینی تعلیم و اسلامی تربیت سے محروم ہوتے ہیں اسی لیے وہ ہندی تہذیب اور خاص خاص روایات کو غیر شعوری طور پر قبول کرتے ہیں خصوصًا جب اسکول کے ماسٹر صاحبان ایسے نونہالوں کو گمراہ کرنے کی نت نئی ترکیبیں بھی استعمال کر رہے ہوں۔ اسکول کا ماسٹر بچے کا فونٹین پن گم کر دیتا ہے۔ بچہ پریشان ہو کر تلاش کرتا ہے تو ماسٹر کہتا ہے کہ وضو بنا کر نماز پڑھ کر خدا سے مانگو تم کو مل جائے چونکہ ماسٹر خود قلم چرا کر رکھ دیتا ہے اور نہیں دیتا ہے تو کہتا ہے کہ تم نے خدا سے مانگا نہیں ملا۔ اب جاؤ شری گنیش جی مہاراج سے مانگو۔ لڑکا ماسٹر کی ہدایت پر گنیش جی کو پکارتا ہے اب ماسٹر قلم دیتے ہوئے یہ کہتا ہے دیکھو گنیش جی

سے تم نے طلب کیا تم کو مل گیا۔

اس غلط ماحول اور سرتاسر غلط ذہنیت کا نتیجہ کیا ہوگا؟۔

اور چھ سات برس کے بچے کے ذہن میں کیا نقش ہوگا۔ روس میں انقلاب کے لیے بھی یہی کچھ کوشش کی گئی تھی، ٹیچر کہتے تھے کہ روٹی خدا نہیں اسٹالن دیتا ہے۔

اسکول کے مسلم بچوں سے کہا گیا کہ روٹی خدا سے مانگو بچوں نے خدا کے سامنے ہاتھ پھیلا دیئے آسمان سے نازل نہ ہوئی پھر کہا اب روٹی اسٹالن سے مانگو تو لڑکوں نے مانگنا شروع کیا تو کیک، بسکٹ کی دو منزلہ مکانوں سے بارش ہونے لگی یہ ہندی تہذیب روس کے مغویانہ ماحول کی طرح ذہنی ارتداد کی بنیاد ڈالی رہی ہے۔

خشت اوّل چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

ایک مثال :۔ ندائے ملت لکھنؤ رقم طراز ہے کہ ایک مسلمان بچہ جو کسی اسکول کی چوتھی جماعت میں پڑھ رہا ہے وہ گھر میں گوشت نہیں کھاتا اور دال و ساگ بھاجی کھانے پر اصرار کرتا ہے۔ شروع میں تو والدین نے بچے کے رجحان کی طرف توجہ نہ کی۔ ایک دن کچھ مہمانوں کے سامنے بچے سے باصرار پوچھا گیا کہ وہ گوشت سے کیوں انکار کرتا ہے تو اس نے بڑی مشکل سے بتایا کہ اس کا ہندو ماسٹر گوشت کھانے سے منع کرتا ہے۔ اور اکثر پوچھتا رہتا ہے کہ تم نے گوشت تو نہیں کھایا؛ جو بچہ گوشت کھائے گا اس کو امتحان میں فیل کر دیا جائے گا۔ نیز وہ دورانِ سبق گوشت خوری کی مذمت کرتا رہتا ہے اور یہ بھی کہتا ہے۔ کہ والدین سے کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ماسٹر جی نے کھانے سے منع کیا ہے لہٰذا گوشت تم نہ کھاؤ۔ اپنی والدہ سے کہو کہ دال سبزی پکایا کریں۔

یہ مثال اس بات کے سمجھنے کے لیے کافی ہے کہ بچہ اسکول کے غلط ماحول سے کس قدر متاثر ہوتا ہے۔ اور ہندو ماسٹر کی تلقین بچہ کے ذہن و دماغ کو کس طرح بدل دیتی ہے۔

۳۔ دیہات و قصبات میں مسلم آبادی کا جائزہ لینے سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمان بچے اسلامی روایات کی گود سے نکل کر غیر اسلامی روایات کی گود میں چلے جا رہے ہیں۔ بچے اسکولوں میں جا کر ماسٹروں کو ہاتھ جوڑ کر سلام تو کرتے ہی ہیں لیکن مزاج کی اس تبدیلی سے گھروں میں ہاتھ جوڑ کر سلام کرنے کے عادی بن گئے ہیں۔ ہاتھ جوڑ کر سلام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ السلام علیکم کا کلچر ختم ہوا اب گاؤں کے مسلم طلباء و طالبات السلام علیکم بھول گئے اب ماسٹر صاحب نمسکار یا نمستے

کیلتے ہیں یہ اپنی تہذیب و اسلام سے بیگانگی بتلاتی ہے آئندہ اسلامی معاشرہ کی ہر لکیر نقش بر آب کی طرح مٹ جائے گی۔

ندائے ملت نے مزید لکھا ہے کہ ہمارے ناظرین اپنی مشاہدات کی بنا پر بہت سی مثالوں کا اضافہ کر سکتے ہیں۔ (ندائے ملت ۱۹ راگست ۶۳ء)

چند اور مثالیں:۔ ذہنی ارتداد کی بنیاد سرکاری اسکولوں میں پڑ چکی ہے۔ اسلامی نظریات اور روایات سے بیگانگی اور ناواقفیت اب عام ہو چکی ہے ایک طرف تو اسکولوں سے اردو نکال دی گئی ہے جس کے ذریعہ بچہ باقاعدہ اپنی تعلیم کے بغیر اپنے دین سے کچھ نہ کچھ آشنا ہو جاتا تھا دوسری طرف نصابی کتابوں میں معدوانہ عقائد و تصورات کا وہ زہر گھولا گیا ہے جو مسلمان بچوں کی اسلامیات کا یکسر قاتل ہے اس سلسلہ میں الفرقان لکھنو رقمطراز ہے۔

۴۔ ایک مسلمان لڑکے سے پرنسپل نے مکہ کے بارہ میں پوچھا تو اس نے کہا کہ مکئی تو ہم جانتے ہیں لیکن مکہ نہیں جانتے یہ کس قسم کا پھل ہوتا ہے۔؟ جب اس کو بتلایا گیا کہ مکہ عرب کا ایک شہر ہے جہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے تھے۔ تو وہ حیران رہ گیا اور کہنے لگا کہ کہاں ہے؟

۵۔ ایک مسلم خاندان کا لڑکا کسی امتحان میں ممتاز ہوا تو دوسرے کسی مسلمان لڑکے نے اس سے کہا کہ مٹھائی کھلاؤ تو اس لڑکے نے کہا میری والدہ کہتی ہیں کہ اس خوشی میں میلاد شریف ہوگی۔ تو مٹھائی تقسیم ہوگی۔ مٹھائی مانگنے والے مسلمان لڑکے نے کہا کہ میلاد شریف کیا؟ جب اس کو سمجھایا گیا کہ یہ جلسہ ہوگا۔ اور اس میں تقریر ہوگی تو اس نے کہا کہ اچھا کتھا۔ تو بھائی کتھا تو تھا بعد میں کرنا پہلے مٹھائی کھلاؤ۔

۶۔ ایک مولوی صاحب کا لڑکا ایک مسلمان پرنسپل صاحب کے گھر رہ کر کالج میں پڑھتا تھا۔ وہ پرنسپل صاحب روزانہ آٹھ دس دوستوں کے ساتھ روزانہ قرآن پاک کی تفسیر پڑھتے اور سنتے تھے لیکن مولوی صاحب کا لڑکا دوسرے سائبان میں جاکر دور بیٹھ جاتا تھا۔ جب اس سے کہا گیا کہ تم یہاں کیوں نہیں بیٹھتے ہو۔ تم بھی سنو۔ اس نے جواب دیا کہ آپ لوگ اردو پڑھتے ہیں جو میں سمجھ نہیں سکتا۔ (الفرقان دسمبر ۵۹)

ہم ان مولوی صاحب اور اس طرح کے تمام ہمدردان ملت سے عرض کریں گے کہ اگر ان حضرات کی ابھی سے اصلاح نہ کی گئی اور ابھی سے ان کی ذہنی ارتداد کا مداوا نہ ہوا جس کے آثار بڑی صفائی کے ساتھ نمایاں ہیں تو اس کے نتائج یقیناً ہماری توقع کے خلاف ہوں گے اور علمائے کرام ان پر قابو نہ پاسکیں گے۔ احساسات و مشاہدات کی بنیاد پر یہ بات برملا کہی جا سکتی ہے کہ ہمارے یہ نونہالان ملت اس غلط تعلیم و غلط تہذیب اور گندے ماحول کے اندر خواہ اپنے گوشت و جسم کا ڈھانچہ سلامت

لے آدیں لیکن اپنی روحانی و ایمانی ساکھ کو کھو بیٹھیں گے۔ اور بقول علامہ اقبال مرحوم " سونے کا ہمالہ ہونے کے باوجود مٹی کا صرف ایک ڈھیر بن کر رہ جائیں گے۔

حکیم ملت ڈاکٹر اقبالؒ نے تمام غیر مسلم حکومتوں کے متعلق ان کے مسلم کش قوائد و اصول کا تجرباتی تجزیہ کرتے ہوئے ایک واضح حقیقت اور ان کے پراسرار مکنون عزائم کا راز کس طرح واشگاف کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

سینے میں رہے راز ملوکانہ تو بہتر — کرتے نہیں محکوم کو تیغوں سے کبھی زیر
تعلیم کے تیزاب میں ڈال اسکی خودی کو — ہو جائے ملائم تو جدھر چاہے اُدھر پھیر
تاثیر میں اکسیر سے بڑھ کر ہے یہ تیزاب — سونا کا ہمالہ ہو تو مٹی کا ہو اک ڈھیر

تعلیم کے ساتھ تربیت اطفال:۔ اگر مسلمان بچے اپنی تعلیم کے ساتھ اسلامی تہذیب سے بھی آراستہ کئے جاتے اور گھروں کے اچھے دینی اصلاحی ماحول میں ہی پرورش پاتے۔ تو مسلمان بچوں کے سرکاری اسکولوں میں جاکر تعلیم پانے سے اتنا زیادہ اندیشہ نہ ہوتا لیکن مسلمان بچوں کی اکثریت دینی تعلیم واسلامی تربیت دونوں سے محروم ہیں۔ اس لیے ان کا ماحول ان کو کعبہ سے ہٹا کر ترکستان کی راہ پر ڈال رہا ہے۔ سے

ترسم کہ بکعبہ نرسی اے اعرابی
کیں رہ کہ می روی بترکستان است

والدین کی تعلیم وتربیت اور اس کے مبارک اثرات:۔ مشہور صوفی بایزید بسطامیؒ کے بچپن کا زمانہ ہے یہ مدرسہ سے پڑھ کر آتے تو اپنی والدہ صاحبہ سے کھانا وغیرہ مانگتے ان کی والدہ جواب دیتیں بیٹا کھانا خدا سے مانگو۔ بھوکے کو خدا کھلاتا ہے۔ اچھا تم جاؤ وضو کرو اور دو رکعت نماز ادا کرو پھر سجدہ میں سر رکھ کر خدا سے کھانا مانگو خدا تم کو کھلائے گا۔ یہ وضو بنا کر نماز میں مشغول ہو جاتے ان کی ماں چپکے سے سالن وغیرہ لاکر پاس رکھ دیتیں۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوتے تو دیکھتے کھانا پانی سب موجود ہے ماں کہتی دیکھو بیٹا تم نے خدا سے مانگا خدا نے تم کو روٹی دی۔ اسطرح جو کچھ بھی خدا سے مانگو گے خدا تم کو دے گا۔ بایں طور پہلے زمانہ کی خدا پرست و خدا شناس مائیں اپنی بچوں کا تعلق خدا سے جوڑتی تھیں۔ اور بچوں کو خدا شناس وموحد بنانے کے لیے ان کی تربیت کرتی تھیں۔

۲۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا واقعہ بہت مشہور ومعروف ہے کہ جب آپ طالب علمی کے لیے ایک سفر پر روانہ ہوئے تو آپ کی والدہ صاحبہ نے آپ کی کمر بند میں چالیس دینار سل کر رکھ دیئے اور

بیٹے کو چلتے وقت وصیت کیا کہ بیٹا کبھی جھوٹ نہ بولنا جس قافلہ میں آپ روانہ ہو رہے تھے کچھ آگے چل کر اس پر ڈاکہ پڑا۔ اہل قافلہ لٹ گئے ۔ یہ چھوٹے بچے تھے کسی نے ان سے کچھ تعرض نہیں کیا لیکن سب سے آخر میں ڈاکوؤں کے سردار نے ان سے یونہی پوچھ لیا کہ میاں صاحبزادے تمہارے پاس بھی کچھ ہے۔ بولے ہاں چالیس دینار میرے پاس بھی موجود ہیں پوچھا کہاں ہیں ؟ فرمایا کہ میرے کمربند میں سلے ہوئے ہیں ۔ دیکھا گیا تو واقعی چالیس دینار موجود تھے ۔ تو ڈاکوؤں کے سردار نے متعجب ہوکر پوچھا کہ تم نے اس قدر صفائی سے اپنا مال بتادیا تم چاہتے تو پوشیدہ ہی رکھتے ۔ فرمایا کہ میری ماں نے مجھ کو چلتے وقت وصیت کی تھی کہ بیٹا کبھی جھوٹ نہ بولنا، اس لیے میں نے جھوٹ بول کر دینار نہیں بچائے کہ ماں کی نافرمانی ہوتی ۔

" جس نے میری پرورش کی اور میرے ساتھ محبت کا سلوک کیا "

قافلہ سالار کے سنبھلنے اور ہوش میں آنے کا وقتِ سعید آچکا تھا۔ اس نے افسوس کیا اور کہا کہ افسوس میرا یہ حال ہے کہ اپنے خالق مالک کی مسلسل نافرمانی کر رہا ہوں ایک ان صاحب زادے کا حال ہے کہ ایسے پرخطر و نازک لمحات میں بھی ماں کی نافرمانی نہیں کرتے ۔ ہائے ہماری شامت و کم بختی ۔ یہ کہہ کر اس نے کمسن جیلانی ؒ کے ہاتھ پر توبہ کی اور سارے قافلہ کا مال واپس کر دیا ۔ اور باخدا انسان بن گیا ۔

اس سے معلوم ہوا کہ والدین کی صحیح تربیت سے بچے کے اخلاق سنور جاتے ہیں اور اس کے ذریعہ پوری قوم سدھر سکتی ہے ۔

تعلیم دین کے ساتھ اولاد کی تربیت : تعلیم و تعلم کے سلسلہ میں دینی ماحول اور دینی تربیت کس قدر ضروری ہے ذیل کے ایک واقعہ سے اس پر مزید روشنی پڑے گی ۔

علامہ اقبال اپنی آپ بیتی میں ایک جگہ لکھتے ہیں کہ میری نوعمری کا زمانہ تھا ۔ کہ ایک گداگر نے دروازہ پر آکر شور مچانا شروع کیا طبیعت جھنجلائی اور میں اسے مار بیٹھا یہ حال دیکھ کر میرے والد صاحب مجھ سے سخت ناراض ہوئے ۔ اور بولے کہ تو یہ بتا کہ جب کل میدان محشر میں رسولِ خدا کے سامنے ساری امت جمع ہوگی بڑے بڑے اغنیاء و امراء جمع ہوں گے اسمیں جب مجھ سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم یہ سوال فرمائیں گے ۔

حق جوانے مسلمے باتو سپرد   گو نصیبے از دبستانم نبرد
تو نیں ایک کار آسا ہم نشد   یعنی آں انبار گل آدم نشد

یعنی اللہ تعالیٰ نے ایک نوجوان مسلم تمہارے سپرد کیا وہ میری درسگاہ سے محروم رہا تم سے اتنی موٹی بات بھی نہ ہو سکی کہ اس مٹی کے تودہ کو آدمی بنا دیتے۔ تو بتاؤ اس وقت میں کیا جواب دوں گا؟

یہ واقعہ لکھ کر مولانا عبدالماجد صاحب دریا بادی دامت برکاتہٗ اپنے مخصوص انداز میں کیسی لطیف و عبرت انگیز بات لکھتے ہیں کہ اقبال اور ان کے والد صاحب کا قصہ تو وہیں چھوڑیئے۔ کیا یہ سوال بلکہ اس سے بھی بڑھ کر سوال ہم سے اور آپ سے نہ ہوں گے۔ ذرا اس وقت کو تصور میں لائیے جب ہم آپ سب بے بسی و بے کسی کی تصویر بنے ہوئے میدان محشر میں کھڑے ہوں گے۔ اور سوال ہم سے ہماری اولاد کے بارے میں ہوگا کہ اللہ نے تمہیں اولاد کی نعمت عطا کی تھی تم نے اس نعمت کا کیا حق ادا کیا اور کس حد تک اللہ کے عطیہ کو کام میں لائے۔ اور کس حد تک محض اس کو نفس پرستی کا ذریعہ بنایا، اپنی اولاد کو بے شک تم نے خوب پڑھایا لکھایا، سکھایا، امتحانات اعلیٰ سے اعلیٰ پاس کرائے تاکہ تمہارا لڑکا ڈپٹی کلکٹر ہو جائے۔ آئی، ایس، سی میں کامیابی حاصل کر کے اچھا ڈاکٹر، اچھا وکیل اچھا انجنیئر بن کر چمکے، اسمبلی کا محرر ہو جائے۔ فوج میں کپتان ہو جائے، مینجر ہو جائے، کامیاب تاجر ہو کر نکلے، خوب کمائے خوب اڑائے، تمہیں بھی خوب لا لا کر دے۔ تمہارا نام بھی اس کی وجہ سے اونچا ہوتا چلا جائے۔ غرض سر سے پیر تک اسے دنیا ہی کے لیے خوب تیار کیا۔ لیکن اس ساری جان توڑ کوشش و کاوش میں کوئی پہلو آخرت کا بھی آنے دیا۔ اچھا مسلمان بنانے کی بھی کوئی سعی و تدبیر کی، غازی و مجاہد بنانا تو الگ رہا سیدھی سادھی تعلیم بھی اسے حقائق دینی اور علوم قرآن کی دی؟ اور جو پیغمبر امی روحانی عظمتوں سے قطع نظر دنیا میں بھی ایک کامیاب ترین رہبر اور دانا ترین انسان کی حیثیت سے بھیجا گیا تھا۔ اس کی سیرت کے نمونہ پر اپنے بچوں کی زندگی کس حد تک ڈھالی؟ تو بتائے ان سوالات کا بھی کوئی جواب اس وقت آپ سے بن پڑے گا۔

اقبال مرحوم نے اس دنیا پرستی اور تعلیم دنیوی اور اس کے نتیجہ میں خدا بیزاری سے متعلق عارفانہ انداز میں کیا خوب لکھا ہے۔

عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو — کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی
دارا و سکندر سے وہ مرد فقیر اچھا — ہو جس کی فقیری میں انداز ید اللہی
اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی — جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی